گوادر تاریخ کے آئینے میں

Gwadar in the Light of History

ڈاکٹر ممتاز علی*

Abstract

This article reflect the political and social history of Gwadar since 300 BC. When Alexandar the great travelled from here and took its name Gidroshia as wel as this land also became under the attack of Portugals in 1581 in which a historic man Hammal Jiand resisted against them till his Death. In this article the period of Musqat and Pakistan regarding the Gwadar as comprehensively highlighted.

تعارف:

گوادر جنوب مغربی بحر عرب میں واقع ہے ۔ جو کہ کل ۱۱،۴۱۲ کلومیٹر رقبے پر پھیلا ہوا ہے اور ۲۰۱۷ کے مردم شماری کے مطابق ۲۶۳،۵۱۴ آبادی پر مشتمل ہیں۔ گوادر مکرانی بلوچستان کا ایک حصہ ہے جغرافیائی حوالے سے یہ صاف ظاہر ہے یہ اس خطے کا حصہ رہا ہے ۔ یعنی ایک طرف کیچ سے ملتا ہے اور دوسری طرف ضلع لسبیلہ اور تیسری طرف ایرانی مکرانی سے ملتا ہے۔

لیکن جسطرح گوادر اپنے محل و قوع اور سیاسی دفاعی اور معاشی حوالے سے اہم ہے اسی طرح اپنے تاریخ کے حوالے سے بھی اہم ہے گوادر پر ہر کوئی اپنے حوالے سے تشریح کرتا ہے۔

عموماً گوادر کو مسقط کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں کہ یہ علاقہ مسقط کا تھا اور حکومتِ پاکستان نے ۱۹۵۸ء میں مسقط سے خریدا۔ جب باقی جو تاریخ ہے کہ گوادر اس سے پہلے کس حیثیت میں تھا۔ ان کو مکمل نظر انداز کیا جاتا ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پولیٹیکل سائنس، جامعہ بلوچستان ،کوئٹہ۔

گوادر کا تاریخی پس منظر:

گوادر ۳۰۰ صدی قبل مسیح جب سکندر اعظم یہاں سے گزار تو مکران کا نام گدروشیا رکھا۔ سکندر اعظم کے بعد ۱۵۸۱ء میں پرتگالیوں نے مکران کے ساحل پر حملہ کیا اور پرتگالیوں کا سامنا اس وقت کے تاریخی ہیرو محافظ ساحل حمل جنید نے کیا۔حمل جنید آج تک بلوچ تاریخ میں سنہرے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔حمل نے دیدہ دلیری کے ساتھ پرتگالیوں سے لڑائی لڑی اور آخر ان کو یہاں تک تنگ کیا کہ پرتگالیوں نے اُسے ہر طرح کا لالچ یعنی پیسہ، دولت، علاقائی حکمرانی حتیٰ کہ خوبصورت دوشیزہ سے شادی کی بھی پیشکش کی۔

بقول شاعر حمل نے پرتگالیوں کا جواب اس طرح دیا کہ "جَن پرنگانی حمل ءِ پسند نہ انت"۔ یعنی کہ حمل کو پرنگی یعنی بیرونی عورتیں غیر قوم کے پسند نہیں ہیں۔حمل کو مارا گیا انہوں نے اپنی زندگی اپنی قوم پر نچھاور کی۔لیکن اپنی قوم کو حیات رکھا۔ اور پرتگالیوں کو بھی شکست سے دوچار کرکے یہاں سے جانے پر مجبور کیا۔ ۱

مسقط کا زمانہ:

۱۷۸۴ء سلطنت عمان میں کچھ مسئلے مسائل کی بنیاد پر بوسعید کی خاندان، ولی عہد (وارث) سعید سلطان بن آحمد اپنی جان کو بچانے کے لیے سمندری راستے سے عمان سے گوادر پہنچا۔ اور یہیں پر پناہ لیا۔ اس وقت گوادر کے حکمران گچکی تھے۔مگر یہ گچکی حکمران بذات خود حاکم قلات خان نصیر خان کے تابع تھے۔ اور گچکی حکمرانوں نے سعید سلطان کو لیا اور خان کے دربار میں پیش کیا۔ اور خان سے سیاسی پناہ کی درخواست کی۔خان نے کہا کہ میں آپ کو فوج اور لشکر نہیں دے سکتا البتہ میں آپ کو گوادر اور اس کے کچھ علاقے دے سکتا ہوں تاکہ تم اپنی گزر بسر کرسکو اور جب بھی آپ واپس اپنے وطن (عمان) جاؤگے تو مجھے میرے گوادر اور اس کے علاقے واپس کردوگے۔ سعید سلطان بن سعید واپس گوادر آیا اور سکونت اختیار کی۔۱۷۹۲ء میں سلطان سعید کے لوگوں نے دوبارہ اپنی سلطنت عمان کو حاصل کیا۔ پھر سلطان سعید واپس مسقط جاکر اپنے ملک کا حکمران بن گیا۔لیکن اپنے وعدے سے مکر گیا اور گوادر کو واپس کرنے سے انکار کیا۔ اور اپنے مورچے قائم کیے اور آگے چاہ بہار کی طرف بھی پیش قدمی کی۔ اسی طرح گوادر ۱۶۶سال

سلطنت عمان کا حصہ رہا۔۲

لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ گوادر اس سے پہلے مکران بلوچستان کا حصہ تھا۔ تاریخ سے ناواقف صحافی ، دانشور اور کچھ سیاسی ادیب لکھتے اور کہتے ہوئے ذرا سی بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے کہ گوادر کبھی بھی بلوچستان کا حصہ نہیں رہا۔اس طرح دنیا میں بہت سارے خطے ایسے ہیں جو دوسرے طاقتوں کے حصے یا قبضے میں رہے مگر بعد میں جب چلے گئے تو وہ زمین یا علاقے وہی کے وہی رہ گئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ علاقے ان کے تھے بلکہ وہ قابض تھے مثلاً لاہور خود ایک مدت تک مغل اور انگریزوں کے قبضے میں بھی رہا مگر آج پاکستان کا حصہ ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ لاہور ان کا تھا اور وہ چھوڑ کر گئے بلکہ لاہور اسی خطے اور پنجاب کا حصہ تھا اور ان کے جانے کے بعد بھی اسی خطے کا حصہ ہے۔اور اسی طرح ہندوستان بھی انگریز کے قبضے میں رہا۔ جیسے کہ انگریز ایسٹ انڈیا کی شکل میں آ کر قابض ہوا اور ۱۹۴۷ تک واپس چلا گیا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوستان برطانیہ کا تھا جبکہ برطانیہ ایک قابض کی صورت میں ہندوستان پر قابض تھا۔ اور ہندوستان کبھی بھی برطانیہ کا نہیں تھا۔

مسقط کی حکمرانی اور گوادر:

جب مسقط نے گوادر پر حکمرانی شروع کیا تو گوادر کو ایک شہری ریاست City State کی حیثیت دی۔اور وہاں کی انتظامی امور کو چلانے کیلئے ایک والی کا تقرر کیا۔ والی کی حیثیت آج کے ایک گورنر کی تھی اور ان کے ساتھ کچھ سپاہی تھے جو کہ سب عرب تھے۔ جو کہ گوادر کے قلات میں یعنی کہ قلعہ میں رہائش پذیر تھے۔ اور اس وقت کے والی یعنی گورنر کا نام شہاب تھا۔ اور باقی دیگر اداروں کے سربراہ مقامی بلوچ تھے۔ سوائے Administrator کے کہ وہ ایک انگریز تھے۔ اس کا نام مسٹر ویں تھا اور اس صاحب کی ذمہ داری شہر کی صفائی ، اسکول و ہسپتال کی دیکھ بھال تھی اور مسٹر ویں کی صفائی ستھرائی ، شہر کی روشنی اور تعلیمی خدمات مثالی تھی۔ عدالتی امور کو چلانے کے لیے ایک قاضی کا تقرر کیا گیا تا کہ (القضات) یعنی کہ چیف جسٹس کے برابر تھی۔

مقامی عالم دین واجہ جناب قاضی داد محمد تھے اور آج تک قاضی داد محمد کا پورا خاندان و نسل گوادر میں رہائش پذیر ہیں۔ جن کے بارے میں کوئی بھی صحافی دانشور ، لکھاری ، تاریخ دان جا کر

تصدیق کر سکتا ہے۔

کیسوںCases کی چھان بین اور فیصلہ بھی اسلامی طریقوں سے جلد سے جلد نمٹاتے تھے۔ اس وقت کے گوادر کے مقامی باشندے جوکہ آج بھی اُن کی نسلیں کچھ گوادر میں اور کچھ مسقط میں آباد ہیں اور کچھ دوہری شہریت رکھتے ہیں۔مگر بنیادی طور پر گوادر کے ہیں۔ جن میں سے کچھ کے نام یوں ہیں کہدہ محمد، کہدہ جماعت، کہدہ یوسف، کسٹم اور مالیات کا سر براہ بھی ایک مقامی بلوچ تھا۔ اور ان کا نام عبدالرب مدیرمشہور تھا۔ ان کا خاندان اب بھی مسقط میں سکونت اختیار کر چکے ہیں مگر اُن کی جا گیر اور جائیدادیں اب بھی گوادر میں موجود ہیں۔جوکہ ان کی گوادری ہونے کا ثبوت ہیں۔ روزمرہ مسائل کی دیکھ بھال اورحل کی ذمہ داری بھی کہداؤں کی تھی جوکہ ہر محلّہ میں ایک کہدہ ہوا کرتا تھا۔ اور ان کہداؤں کی نسلوں کو آج مسقط میں شیخ کا درجہ دیا گیا ہے۔ گوادر شہر سے باہر یعنی کہ گاؤں اور دیہاتوں میں معاملات کی دیکھ بھال کی ذمہ داری میروں کی تھی۔ جو کہ گوادر کے حصے تھے اور ان میروں میں سے کچھ کے نام یوں ہیں۔

میر لال بخش، میر شیر محمد، میر خداداد۔ مقامی مسئلے میں تمام مقامی بلوچ شامل تھے یعنی ان کو اعتماد میں لیا جاتا تھا۔ اسی لئے امن و امان اپنی مثال آپ تھا۔۳

کاروبار:

کاروبار پر کسی قسم کی پابندی نہیں تھی دنیا کے ہر کونے میں، ہر طرح کی چیز اور مال Import ہوتا تھا ان کے اوپر ایک معمولی سا محصول تھا۔اور یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اس وقت بھی گوادر عمان ، مسقط کی مالی آمدن کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ اُس وقت مسقط اتنا Developاور خوشحال نہیں تھا۔ اور تمام ساحل مکران کی مچھلی سمندری راستے سے گوادر سے Exportہوتی تھی۔ اور اُس وقت اِن خشک مچھلیوں کی خریدار کولمبو سری لنکا تھا۔

اسی طرح بصرہ اور عراق سے کھجور اور ہندوستان سے قیمتی لکڑی آتی تھی۔ ان لکڑیوں سے لانچ اور کشتیاں بنتی تھیں۔ جن کا ثبوت آج بھی گوادر میں موجود ہے کہ گوادر کے ساحل پر آج کشتی اور لانچ سازی کا کاروبار یا صنعت موجود ہے۔۴

اس کے علاوہ برٹش انڈیا کمپنی کے ہر مہینے چہارآبی جہاز گوادر میں آ کرلنگر انداز ہوتے تھے۔ اور یہ

بڑے آبی جہاز مال و سامان کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بھی لے جاتے تھے۔

یہ جہاز بصرہ پورٹ سے لیکر تمام گلف ، مسقط ، گوادر ، کراچی سے بمبئی سفر کرتے تھے۔اور واپس اپنی راستوں سے آتے تھے۔ اسی وجہ سے گوادر میں مکران بلکہ تمام بلوچستان سے زیادہ آرام دہ سفر کی سہولت موجود تھی۔ ان جہازوں میں ہر طرح کے آرام دہ سفر اور تفریح کے ذرائع تھے۔ مثلاً کینٹین ، شاپنگ سینٹر، سینما، کلب ، سوئمنگ پول، ٹیبل ٹینس، باسکٹ بال سمیت ہر طرح کی کھانے پینے کی سہولت موجود تھی۔اس دور میں گوادر ایک پُر رونق شہر تھا۔ بازار میں بیرونی چیزیں بھی ملتی تھیں لوگ بھی خوشحال تھے۔

کھانے پینے کی اشیاء وافر مقدار میں موجود تھیں۔ گوادر مکران سمیت پورے بلوچستان کا کاروبار اور تجارت کا مرکز تھا۔ آنے جانے کی کوئی پابندی نہیں تھی۔۵

گوادر کی پاکستان میں شمولیت کی اصل داستان:۔

برصغیر کی تقسیم ہندوستان اور پاکستان کا دو الگ الگ مُلک کی حیثیت سے وجود میں آنے کے بعد ہندوستان نے عمان مسقط کے سلطان سے رابطہ کیا کہ اگر آپ سلطان ہمیں اجازت دیں گے تو ہم گوادر میں ایک نیول بیس بنائیں گے۔ یہ بیس آپ کے اور ہمارے سمندری دفاع کیلئے فائدہ مند ہوگا۔ سلطان نے جواب دیا کہ میں صلح ومشورہ کرکے جواب دونگا۔ اس سلسلے میں سلطان نے برطانیہ کے حکمرانوں سے مشورہ کیا مگر انہوں نے نہیں مانا۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ کام مت کرو اگر تمہیں گوادر دینا ہے تو پاکستان کو دے دو۔ اور اس سلسلے میں برطانیہ کے حکمرانوں نے پاکستان کو اطلاع دی۔ پھر پاکستان کے حکمران بھی خوابِ خرگوش سے جاگ گئے اور مسقط کے سلطان سے رابطہ کیا۔ پھر سلطان راضی ہوا اور چند ڈالر کے عوض گوادر کو پاکستان کے ہاتھوں بیچ دیا۔

اس طرح ۱۹۵۸ء میں گوادر پاکستان کا حصہ بنا۔ یہ وہ دور تھا جو سکندر مرزا پاکستان کے صدر تھے اور جنرل ایوب خان چیف آف آرمی اسٹاف تھے۔ اور اس دور میں نواب اکبر خان بگٹی Deputy Defence Minister تھے اور اس سلسلے میں نواب صاحب کا بڑا ہاتھ ہے۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ڈالر اسماعیلیوں (اسماعیلی) جنہیں مقامی زبان میں کُوجہ بولتے ہیں۔ ان کے

روحانی پیشوا سر آغا سلطان آحمد نے ادا کئے۔ اس مقصد کیلئے کہ پاکستان گوادر کو آغا خانیوں کو بخش دیگا اور آغا خانی ایک ملک کے مالک ہوں گے۔۔۱۹۶۰ء میں اس سلسلے میں پاکستانی حکمرانوں نے سوچ بچار کیا کہ کس طرح گوادر کو آغا خان کو دے دیں۔ لیکن اسی دور میں مکران سے مغربی پاکستان کے اسمبلی کے رکن باقی بلوچ نے اس کی شدید مخالفت کی اور اس کے بعد ایوب نے باقی بلوچ پر لاہور میں قاتلانہ حملہ کروایا۔ باقی کے ساتھ جو صحافی دوست تھا وہ مر گیا لیکن باقی کو اللہ نے بچایا۔ باقی بلوچ نے ۱۵۰چرّہ اپنے جسم پر کھایا۔ مگر اصولوں پر ڈٹا رہا۔ دوسری طرف نواب بگٹی نے جو گوادر کو پاکستان میں شامل کرنے میں اہم کردار ادا کیا اس کو بھی ۲۰۰۶ء میں مشرف نے اسے غدار قرار دے کر مار دیا۔

پاکستان میں شمولیت کے بعد کا گوادر:

عمان کے دور کا گوادر ایک City State کی حیثیت سے تبدیل ہوکر ایک تحصیل کی حیثیت اختیار کرتے ہیں۔ دوسری طرف ایوب خان نے گوادر کی شاندار کاروبار کو تباہ کیا ۔ دکاندار اور کاروباری لوگوں کی سازوسامان کو ضبط کیا۔ لوگ بے روزگار ہوئے اور چمکدار بازار بے رونق ہوئے۔ شہر کی صفائی گئی، اسکول ہسپتال ویران ہوئے اور ایک خود ساختہ خوف ماحول میں طاری ہوا۔ گوادر بندرگاہ کی جو آزاد حیثیت تھی ختم ہوگئی۔ اور وہ لوک جنہوں نے گوادر کی شمولیت پر ناچ اور گانا اور ڈھول کی تھاپ میں خوشحالی کا اظہار کیا وہ بعد میں سب عمان کے سلطان کے بنائے ہوئے جیل میں ڈال دیئے گئے جس میں نامی گرامی لوگ تھے۔ یعنی عبدالمجید سُہرابی ، حسین اشرف ، ملا عبدالصمد، مستری غفور اور دیگر کئی لوگ شامل تھے۔ اور اس عمل کا اثر آج تک لوگوں کے دل و دماغ میں موجود ہیں۔

۱۹۷۰ء:

۱۹۷۰ء کی دہائی میں سوویت یونین کو اس بات کا احساس تھا کہ گوادر پر قابض ہونے کا مطلب بحیرہ ہند و بحیرہ عرب پر کنٹرول آسان ہوگا۔ لیکن اس وقت کے وزیر اعظم بھٹو نے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم اپنے گرم پانیوں کی حفاظت کرسکتے ہیں۔

آج کا گوادر اور وہاں کی عوام:

آج کا گوادر بہت ہی اہمیت کا حامل ہے جو بھی بحیرہ ہند پر قابض ہوگا، ایشیاء پر قابض ہوگا۔ کیونکہ یہ سمندر سات سمندروں کی چابی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ۲۱ویں صدی میں دنیا کے مقدر کا فیصلہ ان پانیوں سے ہوگا۔ گوادر بحیرہ ہند کا دروازہ ہے۔ اور واقعی دروازے کے قریب پر خلیج فارس اور بحیرہ عرب ملتے ہیں۔یعنی سات بڑے سمندریہی سے گھومتے ہیں ۔اسی سے پتہ چلتا ہے کہ گوادر کی اہمیت دنیا کے سامنے کیا ہے۔۶

ڈاکٹراظہر جو کہ ان کا بہت بڑا نام ہے تحقیق وتخلیق میں ہمارے پاکستان میں ۔ ڈاکٹر صاحب نے خود Peace and Conflict میں PhD کیا ہوا ہے ۔ اپنے ایک تحریر میں کہتے ہیں کہ Most of thriving cilvilization over their existance to availibility of parts. like all sea parts of Gwadar appears , promise to contribute significantly in the development and prosperity of the entire region .....اس تمام حالات وحقائق کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ گوادر کے اپنے مقامی اور بلوچستان کے لوگ کہا ں کھڑے ہیں۔ ان کی اپنی بنیادی حقوق کہاں تک محفوظ ہیں۔ گوادر پورٹ گوادر اور چین کے درمیان ۵۵ بلین کا Business ہے۔ اور گوادر نہ ہوتا تو یہ پورٹ بھی نہ ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں کو پورٹ سے کوئی سروکار نہیں ۔ ان کو تو پانی کی سہولت بھی میسر نہیں ہے۔ اور ان تمام سہولتوں کو پہنچانے کیلئے ملک کا آئین کیا کہتا ہے۔ اگر آئین کچھ کہتا ہے تو کیا ان پر عملدرآمد ہورہا ہے کہ نہیں۔ گوادر کو بہت سے چیلنجز درپیش ہیں۔ بجلی، پانی، بے روزگاری سمیت ایک خطرناک مسئلہ درپیش ہے۔ اگر پورٹ functional ہو جائے اور ایک بڑی آبادی آ جائے تو مقامی لوگوں کی Demography تبدیل ہوگی۔ اس کا خدشہ گوادر کے لوگوں میں موجود ہے ۔ تو ان تمام خدشات کو دور کرنے کرنے کیلئے ڈاکٹر اظہر احمد کہتے ہیں کہ، The best way to achieve and make this mega project of Gwadar Deep Sea port successful keep the locals on board. The .. making and implementation process and left the signs of progress be .... to the general population

without the full fledged support of locals it would be a naive to believe that such an expensive project could be implemented successfully. لیکن آج کے گوادر کا یہ حال ہے کہ وہاں انسانی زندگی کی بنیادی سہولیتں ،سرکاری اسکولوں کا حال باقی ملک کے سرکاری اسکولوں سے کسی بھی طرح بہتر نہیں ہے لوگوں کا تو یہ بھی گلہ ہے کہ پالیسی سازی میں ان سے کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے ۔

حاصل بحث:

بلوچستان کا انتہائی جنوبی ضلع گوادر ساحلی اضلاع بھی کہلاتا ہے ۔ اس خطے کی مختصر تاریخ گزشتہ اوراق میں بیان کی گئی کہ جس کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ گوادر زمانہ ما قبل تاریخ سے ہی بلوچستان کا حصہ رہا ہے اور اس کی پوری تاریخ مکران کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اس مطالعہ سے یہ بھی علاقہ بلوچ قبائل کا مسکن ہوتا تھا کہ جن کی اس علاقے میں آبادکاری کی گواہی تاریخ کی قدیم کتب مثلاً شاہنامہ فردوسی ، تاریخ ہیرو ڈوٹس ، ایرین کی تصنیف انڈیکا ،ونسنٹ اے سمتھ کی قدیم تاریخ ہند، ڈی ڈی کوسمبی کی ہندوستان تہذیب و ثقافت وغیرہ بھی دیتے ہیں۔

درج بالا کتب کے عمیق و دقیق مطالعہ سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہوتی ہے کہ بلوچ قبائل اندرون مکران سمیت تمام ساحلی بلوچستان پر آباد تھے یہاں آباد قبائل کو یا تو مورخین نے ان کے قبائلی ناموں سے یاد کیا ہے یا پھر ان کے شہریتی نام تحریر کرتے یں البتہ مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عرب اور فارسی مورخین اس خطے کے باشندوں کو مجموعی حیثیت میں کوچ و بلوچ کے نام سے پکارتے اور تحریر کرتے تھے۔ اس مضمون اور دیگر تاریخی کتب کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ۱۷۸۴ء میں اس ساحل کو قلات کے مکرانی حکمران ہوئے ۱۰۰سال ہو چکے تھے لہٰذا یہ کوئی احسا ن نہیں تھا کہ بلوچستان کے ایک حصہ ، کہ جس پر ایک بیرونی خاندان کا قبضہ تھا کو خرید کر دوبارہ بلوچستان کے ساتھ ملحق کیا گیا ۔ یہ ایک ذمہ داری تھی اور ریاست پاکستان کا فرض تھا۔

یہ ان تاریخ دانوں اور دانشوروں کو سمجھانے کیلئے کافی ہے کہ گوادر کو مسقط کا حصہ سمجھتے ہیں اور مسقط سے پیسے کے عوض خریدنے کی بات کرتے ہیں ۔ ہاں البتہ سچ ہے کہ بعد میں مسقط نے

اس طرح مفت میں واپس نہیں کیا جسطرح کہ اس نے نصیر خان سے معاہدہ میں وعدہ کیا تھا۔اب ہمارے ملک کے بہت سے ادیب دانشور ،ٹی وی اینکرز اور سیاسی صحافی یہ کہتے ہوئے ذرا بھی تاریخ کا لحاظ نہیں کرتے کہ گوادر مکران بلوچستان کا حصہ تھا۔ اگر جغرافیائی حوالے سے بھی دیکھیں کہ آج بھی گوادر عمان سے سینکڑوں میل دور ہے جبکہ مکران چاہے آج کا پاکستانی مکران ہو یا ایرانی مکران ہو گوادر چاروں طرف سے ان سے ملا ہوا ہے۔ ایک طرف سے ضلع گوادر کیچ سے منسلک ہے تو دوسری طرف ایران سے تیسری طرف لسبیلہ سے ،چوتھی جانب ہنگول نیشنل پارک کے ذریعے آواران سے منسلک ہے۔

حوالہ جات

۱- عبدالرحیم ظفر ، بلوچی زند، کوئٹہ، ۲۰۱۷-
۲- یعقوب شاہ غرشین، *گوادر ساحل بلوچستان، ماضی حال مستقبل*، قلات پبلشرز کوئٹہ، ۲۰۰۵، ص ۱۱۸-
۳- ظفر، ص ۹۷-
۴- حمید بلوچ، *مکران افیئرز*، سید ہاشمی ریفرنس لائبریری، کراچی ،۲۰۰۹، ص ۱۴۳-
۵- عبدالرحیم ظفر، بلوچ اور پاکستان، مزاحمت یا مفاحمت، بلوچیہ لوزانک پبلی کیشنز کوئٹہ، ۲۰۱۸، ص ۱۳۹
۶- ایضاً، ص ۱۴۰-

Mughal-Afghan Relations in South Asia

History and Developments

Himayatullah Yaqubi

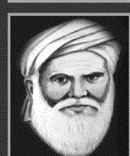
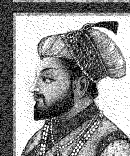

National Institute of Historical and Cultural Research
Centre of Excellence, Quaid-i-Azam University, Islamabad
2015